تصورِ امن: اسلام ومذاہب عالم کے تناظر میں

The concept of peace: In the context of Islam and world religions

Syeda Shumaila Rubab Rizvi
Ph.D Scholar, Institute of Islamic Studies, Shah Abdul Latif university Khairpur Miras:
shumaila.rubab@salu.edu.pk

Abstract
Every human being from childhood to the threshold of youth hears the word peace at least hundreds of times because this word is related to people of every age, every religion and every civilization because it means peace and well-being. Peace and tranquility, peace and security and peace and contentment are the words of peace in different languages of the world are used as greetings and peace and farewell sentences. I am Peace is one of the most favorite factors of the God-given world. None of the religions of the world is complete with the teachings and practice of peace, but everyone has their own separate ways, such as in Jainism, even wearing something like this on the feet. It is forbidden, so that even an insect cannot fall under his feet. Likewise, in other religions, there are different forms of the concept of peace and different teachings and beliefs. In this paper, let us compare them with a research perspective. Will In this paper, Raqma will write on the concepts of peace in the three Semitic religions and Hinduism, Buddhism, and Jainism in non-Semitic religions and the conclusions of all religions will be based on peace.
Keywords: *Intolerance, Safety, Patience, Teachings, Peace.*

تعارف

مذہب اسلام میں امن ایمان کے اہم ترین اصولوں میں سے ایک ہے۔ یہ خلقت خدا پر ایک الٰہی تحفہ کی مانند ہے اس کا انصاف، رحم اور شفقت سے گہرا تعلق ہے اسلام کے نقطہ نظر سے امن کا مطلب مفاہمت اور معاشرے کو پر امن بنادینا ہے۔ امن قرآن مجید کا ایک اہم درس ہے خداوند عالم قرآن پاک کی متعدد آیات میں انسانیت کو امن وسکون اور اس کی اہمیت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا مطالبہ فرماتا ہے اور اس بات پر زور دیتا ہے کہ امن کسی بھی کامیاب قوم، مذہب اور معاشرے کی بنیاد ہے۔ رحمت العالمین ﷺ نے بھی امن اور انصاف کی اہمیت پر نا صرف زبانی بلکہ اپنے عمل سے زور دیا ہے اور ہمیشہ یہ تعلیم دی کہ انصاف امن کی بنیاد ہے۔ امن صرف اسلام کی بنیاد یا تعلیمات کا

حصہ نہیں بلکہ دنیا کے تمام مذاہب میں لفظ "امن" کو ایک مقدس لفظ مانا گیا ہے تمام مذاہب نے اپنے پیروکاروں کو امن کی دعوت دی ہے جیسے کہ مذاہب دیگر میں عیسائیت، یہودیت، ہندومت، سکھ مت، بدھ مت، جین مت، زرتشت وغیرہ میں بھی امن مرکزی عقائد میں سے ایک ہے دنیا کہ تمام مذاہب خواہ وہ الہامی ہوں یا غیر الہامی سب کی بنیادی تعلیمات کا ایک اہم اور بنیادی مرکز امن ہے۔ عیسائیت سکھاتی ہے کہ حقیقی امن صرف خدا کے ساتھ ذاتی تعلق اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے سے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہودیت میں امن کو تورات کے مرکزی اہداف میں سے ایک کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ بدھ مت یہ بھی سکھاتا ہے کہ حقیقی امن صرف اندرونی امن اور تمام جانداروں کے لیے ہمدردی کے ذریعے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح سکھ، جین اور زرتشت امن کے بنا اپنے مذہب اور عقائد کو ہی نامکمل سمجھتے ہیں۔ آیات، احادیث و روایات اور مذاہب دیگر کے مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام دین فطرت، امن اور سکون ہے اور رب العالمین نے تمام انسانوں کو فطرت پر ہی خلق کیا ہے اس لیے تمام مذاہب امن کو فروغ دیتے ہیں یہ حقیقت کہ امن زندگی کی ناگزیر ضرورت ہے اور معاشروں کی ترقی کا ایک اہم و ضروری جز ہے یہی وجہ ہے کہ نا صرف مذاہب کی تعلیمات میں بلکہ فلسفیوں اور سائنسدانوں نے اس مسئلہ پر خاموشی اختیار نہیں کی اور اس مسئلے پر نظریات پیش کیے ہیں اور امن کی پرزور حمایت کی ہے۔ تعلیمات اسلام و بشمول مذاہب دیگر سب ہی اس حقیقت کی طرف توجہ دیتے ہیں کہ پر سکون اور معتدل ماحول پیدا کر کے کوئی بھی نظریاتی مخالفین سے نمٹ سکتا ہے۔ اسلامی تعلیمات جس میں قرآن، حدیث، سنت اور تمام رہنماؤں نے ہمیشہ عدل، انصاف، حقوق کی ادائیگی اور مذاہب دیگر کے پیروکاروں پر ظلم و ستم نا کرنے کی سختی سے تلقین کی ہے۔ پر امن بقائے باہمی اور غیر ملکیوں کے ساتھ دوستی کا رشتہ قائم کرنا ایک ایسی چیز ہے جسے مسلمان بین الاقوامی تعلقات میں استعمال کر سکتے ہیں اور اس سے مختلف مثبت استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔

روش تحقیق

اس بات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ اسلامی یا مذہب سے جڑے موضوعات پر تحقیق کرتے وقت، حساسیت، احترام اور ثقافتی بیداری کے ساتھ موضوع سے رجوع کرنا ضروری ہے۔ مزید برآں، اخلاقی تحفظات پر غور کرنا بھی ضروری ہے اس لیے ان نکات کا مقدم رکھتے ہوئے راقمہ نے زیر قلم مقالہ کی تحقیقی روش اور اسلوب بیانیہ، تجزیاتی اور علمی منتخب کیا ہے۔

سابقہ تحریر کا جائزہ

اگر یوں کہوں کہ موضوع ہذا کے مرکزی نکتے امن کو لاتعداد قلم کاروں نے صفحہ قرطاس پر سجایا ہے تو مبالغہ نہ ہو گا۔ لہٰذا قبل از قلم کاری راقمہ نے موضوع سے وابستہ چند کتب سے استفادہ حاصل کیا ہے جن میں سے اختصار کا دامن تھامتے ہوئے ان چند کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- سید ابو الاعلی مودودی کی کتاب "یہودیت قرآن کی روشنی میں" جو ادارہ ترجمان القرآن لاہور نے بتاریخ ۰۲ نومبر ۲۰۱۴ء کو شائع کی۔ اس کتاب میں مصنف نے مذہب یہودیت کو قرآنی آیات سے واضح کیا ہے۔

2- احمد دیدات کی دو کتب سے استفادہ کیا جن میں سے ایک "کنفیوشس، زرتشت اور اسلام" جو عبد اللہ اکیڈمی لاہور سے بتاریخ ۳۰ اکتوبر ۲۰۱۴ء کو شائع ہوئی۔ یہ کتاب بہت مفید رہی موضوع ہذا کے حوالے سے، اس میں مذہب کنفیوشس، زرتشت اور اسلام کے تقابل کو بہت عمدہ انداز سے پیش کیا گیا ہے البتہ اس میں دونوں مذاہب کے تصور امن پر سیر حاصل گفتگو موجود نہیں۔

3- شیخ احمد دیدات کی جس دوسری کتاب "یہودیت، عیسائیت اور اسلام" سے استفادہ کیا جو یک بعد دیگر عبد اللہ اکیڈمی لاہور سے بتاریخ ۳۱ اکتوبر ۲۰۱۴ء کو شائع ہوئی۔ اس کتاب میں یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے عقائد، تعلیمات اور مشترکات پر قلمکاری کی گئی ہے۔

4- ایک اور کتاب "یہودیت تاریخ، عقائد، فلسفہ" جو رابرٹ وین ڈی ویئر کی انگریزی تصنیف ہے۔ جس کا اردو ترجمہ ملک اشفاق صاحب نے کیا ہے جسے: بک ہوم، لاہور نے شائع کیا بتاریخ ۱۶ مارچ ۲۰۱۵ء کو۔ اس میں مذہب یہودیت کی تاریخ و عقائد کا فلسفہ بہت مفصل انداز میں رقم کیا گیا ہے۔

5- موضوع سے وابستہ مذید ایک کتاب "یہودی مغرب اور مسلمان" جس کے مصنف ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی اور جو شائع ہوئی بتاریخ ۰۴ اگست ۲۰۱۴ء کو اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی سے۔ اس کتاب میں مسلمانوں اور یہودیوں کے مغربی رجھانات اور مغرب سے تقابل کو احسن طریقے سے قلم بند کیا گیا ہے۔

6- اسی طرز کی ایک کتاب "یہودیت، تاریخ، فطرت و عزائم" جس کے مصنف یوسف ظفر ہیں جو بتاریخ ۱۰ فروری ۲۰۱۶ء کو احمد پبلی کیشنز، لاہور سے شائع ہوئی۔ اس میں یہودیت کی تاریخ ان کی فطرت و عزائم کو بیان کیا گیا ہے۔

موضوع کی دور حاضر میں ضرورت و اہمیت

امن ہم سب کے ذہنوں میں ایک بہت ہی جانا پہچانا لفظ ہے لیکن ہمیں اپنی زندگی کے مختلف جہتوں میں اس کا تجربہ کیسے کرنا چاہیے ہم میں سے بہت سے لوگوں کے لیے یہ ابھی تک نامعلوم اور ناقابل فہم ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پچھلی چار دہائیوں کے دوران "امن" کے عنوان سے لاتعداد مضامین لکھے جا چکے ہیں لیکن اس معاشرے کے لیے

بالکل اجنبی ہے جس کی ہم برسوں سے تلاش کر رہے ہیں۔ اس مانوس لفظ "امن" کو اصطلاحات، لغوی اور محاوراتی معنی جانے تک محدود کر کے عملی طور پر مفقود کر دیا ہے۔ امن ایک ایسا عنصر ہے جس پر تخلیق حضرت آدم علیہ السلام کے بعد سے ہی شیطان نے مسلسل نقب زنی کی اور تا قیامت تک بنی آدم علیہ السلام کو ہر لمحہ انتشار میں گرفتار رکھے گا اس ہی نکتہ نگاہ کو مد نظر رکھیں تو زیر قلم موضوع کی دور حاضر میں ضرورت و اہمیت بہت زیادہ ہے کیوں کہ اسلام اور دیگر مذاہب میں امن کے تصور کی تعلیمات کو سمجھ کر ہم امن، رواداری اور تنوع کے احترام کو فروغ دے کر اپنے ملک اور قوم کے لیے بہترین کردار ادا کر سکتے ہیں۔ تمام مذاہب کی تعلیمات امن کو سمجھنے سے ایک زیادہ ہم آہنگ اور پر امن معاشرے کی تشکیل میں مدد مل سکتی ہے، جہاں مختلف ثقافتیں اور عقائد ایک ساتھ رہ سکتے ہیں اور انہیں قبول کیا جا سکتا ہے۔ ہم تنازعات کا حل تلاش کرنے اور اتحاد کا احساس پیدا کرنے میں مدد کے لیے امن کی تعلیمات سے ہی سیکھ سکتے ہیں۔ اس سے ہماری قوم کو خوشحالی، استحکام اور سلامتی حاصل کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ جس قوم اور مذہب کے پیروکار تعلیمات امن سے دور رہیں گے وہ مختلف قسم کی پریشانیوں کا شکار رہیں گے مثال کے طور پر:

1- امن کے بغیر کسی ملک کی معیشت سرمایہ کاری میں کمی یعنی اقتصادی عدم استحکام، افراط زر کی بلند شرح اور صارفین کے اخراجات میں کمی کا شکار ہو سکتی ہے۔

2- تصادم اور بدامنی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا باعث بن سکتی ہے، بشمول زندگی کا حق، آزادی اور سلامتی۔

3- تنازعات لوگوں کی نقل مکانی، ملازمتوں کے نقصان، اور بنیادی ڈھانچے کی تباہی کا باعث بن سکتے ہیں، یہ سب غربت میں اضافہ کا باعث بن سکتے ہیں۔

4- تصادم سماجی بدامنی کا باعث بن سکتا ہے، جو احتجاج، فسادات اور سول نافرمانی کی شکل میں ظاہر ہو سکتا ہے۔

5۔ امن کے بغیر ایک قوم سیاسی عدم استحکام کا شکار ہو سکتی ہے جو حکومتی اداروں پر اعتماد کی کمی اور قانون کی حکمرانی میں خلل کا باعث بن سکتی ہے۔

6- تنازعہ ماحولیاتی انحطاط کا باعث بن سکتا ہے، کیونکہ وسائل کو تحفظ کی کوششوں اور فوجی سرگرمیوں کی طرف موڑ دیا جاتا ہے۔

اس قسم کے نقصانات سے بچنے کے لیے امن سے متعلق جس قدر بھی کام کیا جائے کم ہے اس تحقیق کا بنیادی مقصد انسانی معاشرے میں امن و سلامتی کو یقینی بنانے میں مذہب کے کردار کی وضاحت کرنا ہے۔

امن

اسلام اور مذاہب دیگر میں تصور امن کیا ہے یہ جاننے کے لیے امن کے اصل معنی و مفہوم کے ساتھ امن کے فائدے اور نقصان اور ان تمام مذاہب کی تعلیمات کا جائزہ لینا ضروری امر ہے امن اصل میں عربی زبان کا لفظ ہے امن کی بہت سی تعریفیں بیان کی گئی ہیں جس کے معنی:

"چین، سکون، اطمینان آرام، پناہ، آشتی، سمجھوتہ، مفاہمت، دوستی، صلح، جنگ کو ختم کرنا ہے۔"[1]

وہ معاہدہ جس میں دو فریق ایک دوسرے کو کچھ دینے یا حق دینے کا عہد کرتے ہیں، امن معاہدہ، جنگ یا جھگڑے کے دو فریقوں کے درمیان لکھا ہوا معاہدہ، یا شرائط یہ الگ الگ انداز کی ہو سکتی ہیں جیسے معاشرتی سمجھوتہ: دوستوں اور دشمنوں کے ساتھ مطابقت۔ سیاسی: دشمن سے جنگ ترک کرنا۔ حقوق: ایک معاہدہ جس میں کوئی شخص جائیداد، رقم یا اپنا حق کسی دوسرے کو منتقل اور معاف کرتا ہے۔ المختصر امن کی حقیقت کسی معاملے پر قناعت اور سر تسلیم خم کرنا ہے، چاہے وہ معاملہ مال ہو، پیسہ ہو، اعمال ہو یا دوسری چیزیں۔

امن کی جامع تعریف

"امن کا اصل مفہوم ہے: جنگ سے آزادی، تشدد کی ممانعت اور سماجی انصاف کی فراہمی، خاص طور پر جب لوگ خوشی سے رہتے ہوں اور اختلاف رائے کے بغیر مل جل کر کام کرتے ہوں، امن کہلاتا ہے۔ اس مسئلے کو مزید واضح کرنے کے لیے امن سے جڑے ان الفاظ آزادی، جنگ، تشدد اور سماجی انصاف کی وضاحت کرنا ضروری ہے۔"[2]

آزادی کا مطلب ہے غلامی سے آزاد ہونا، اپنی سوچ اور مرضی کی بنیاد پر اپنی خواہشات کو پورا کرنے کا حق، مکمل اختیار ہونا، غلامی نہ کرنا۔

جنگ کا مطلب ہے کہ دو قوموں، ملکوں، مذاہب اور جگہوں کے درمیان مسلح تصادم، جانوں کی ہلاکت اور معاشرے کی تباہی، لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ جنگ کی دوسری قسمیں بھی ہوتی ہیں، جیسے "پروپیگنڈا" سرد جنگیں اور سائبر جنگیں وغیرہ۔

تشدد ایک غیر معمولی رویہ ہے جسے جسمانی یا غیر جسمانی قوت کہا جاتا ہے، جس کی جسمانی، نفسیاتی اور جنسی قسمیں ہوتی ہیں، جو کسی کی انفرادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے دوسروں پر مسلط کیا جاتا ہے۔

---

[1] فیروز اللغات (اردو) مرتب کردہ: فیروز الدین، (لاہور: فیروز سنز پرائیوٹ لمیٹڈ 2005ء)، ص138

[2] کاظمی، محمد کاظم، دیوان خلیل اللہ خلیلی، (تہران: عرفان پبلشنگ ہاؤس، 1390)، ص177

سماجی انصاف آٹھ عناصر کے مطالبے پر مبنی ہے جن کا اطلاق معاشرے میں انصاف کو یقینی بنانے کے لیے کیا جا سکتا ہے۔ وہ آٹھ عناصر یہ ہیں درست قانون، قانون سازی، اخلاقیات، میرٹ یعنی انتخاب کا معیار و قابلیت، سماجی نگرانی، حکومت اور عوام کے درمیان مضبوط رشتہ، عوام کا مقام اور نظام کے ایجنٹوں کا ہونا۔

اسلام میں تصور امن

اسلام میں تصور امن کیا ہے؟ امن اسلام کی جڑ اور بنیاد ہے اسلام کا مطلب امن کا مذہب ہے۔ ایک حدیث جو کہ صحیح البخاری میں بھی درج ہے رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ:

"امن اسلام کا حصہ ہے۔ اسی طرح نبی ﷺ سے مذید روایت ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں۔ دوسرے لفظوں میں صحیح معنوں میں مسلمان وہ شخص ہے جو اپنے قول و فعل سے کسی کو نقصان نہ پہنچائے۔"[3]

اسلامی تعلیمات کا بنیادی ماخذ قرآن کریم ہے بلا شبہ قرآن امن کی کتاب ہے یہ تشدد اور جنگ کی کتاب نہیں ہے قرآن کے تمام بیانات بالواسطہ یا بلاواسطہ امن سے متعلق ہیں۔ قرآن کا پہلا جملہ ہی رحمت و امن والا ہے:

"بسم الله الرحمن الرحيم"[4] جس کا مطلب ہے، "خدا کے نام سے، جو مہربان، رحم کرنے والا ہے۔" دوسرے لفظوں میں جس خدا نے یہ کتاب بھیجی ہے اس کی اعلیٰ ترین صفت رحمت ہے اور یہ کتاب اس کی رحمت کی اسی صفت کا اظہار ہے۔ قرآن مجید میں ذکر کردہ خداوند عالم کے مختلف ناموں یا صفات میں "السلام" جس کے معنی سلامتی، امن و امان ہی ہے یعنی خداوند عالم امن ہے۔ اس بارے میں صحیح البخاری میں درج ایک حدیث کی روایت کے مطابق حبیب خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ "خدا خود سلامتی ہے"۔

قرآن پاک میں لفظ "امن" اور اس کے مصادر بہت سی آیات میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والے الفاظ میں سے ہیں۔ قرآن مجید کی مختلف آیات میں لفظ امن، الامان، سلامتی اور اس سے اخذ کردہ الفاظ اور جملے مجموعی طور پر تقریبا ۸۷۹ مرتبہ استعمال ہوئے ہیں جن میں سے ۳۵۸ مکی آیات میں اور ۵۲۱ مدنی آیات میں ہیں۔ جو لوگ قرآن کو خدا کی کتاب مانتے ہیں وہ اسی وقت سچے مومن سمجھے جا سکتے ہیں جب قرآن کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے وہ مکمل طور پر

---

[3] ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع سنن ترمذی مترجم مع فوائد و توضیح، ترمذی (لاہور: دار الحمد، فروری 2018ء)، ح 2627

[4] القرآن: 1/1، مترجم: نجفی شیخ محسن علی (لاہور: اداری نشر معارف اسلامی، دسمبر 2000ء)

امن پسند ہو جائیں انہیں کسی بھی حالت میں تشدد کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیے حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں امن کا حکم ہے اسلامی تعلیمات کا پورا سلسلہ اور سرور کائنات ﷺ کی عملی زندگی اس کی گواہی دیتی ہے ۔طائف کے شریروں کے ہاتھوں لہولہان ہونے پر بھی تبسم اور دعا اور فتح مکہ کے وقت عام امان دینے جیسی مثال کا متبادل تا قیامت تک پوری کائنات میں کہیں نہیں مل سکتا۔ ایمان کا مطلب عمل کے ساتھ ایمان ہے، جو انسان کو سلامتی فراہم کرتا ہے اور قرآن اور اسلامی تعلیمات میں سب سے مقدس انسانی جان کو سمجھا جاتا ہے. ہر فرد کے دل میں ایمان کا قیام معاشرے کے تناظر میں متعارف کرایا گیا ہے جو دین کا بنیادی مقصد ہے اور عمومی طور پر شریعت کی متعدد آیات میں امن و سلامتی پر زور دیا گیا ہے اور فساد کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے بذات خود رب العالمین کو ناپسندہ قرار فرماتے ہیں۔

"وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ"[5]

"اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔"

امن و سلامتی کی تعریف میں پہلا بنیادی اصول اسلام کی حکمرانی ہے یہ دیکھتے ہوئے کہ اسلام میں خود مختاری کا تحفظ سب سے آگے ہے لہذا اسلامتی اسلام کی حکمرانی کے مطابق ہونی چاہئیے۔ جس کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کچھ یوں سمجھاتے ہیں:

"ظلم سے بچو اس لئے کہ ظلم قیامت کی بدترین تاریکیوں کا ایک حصہ ہے نیز بخل و تنگ نظری سے بچو اس چیز نے تم سے پہلے بہتوں کو ہلاک کیا ہے اسی مرض نے ان کو خونریزی اور حرام کو حلال جاننے پر آمادہ کیا۔"[6]

اس حدیث مبارکہ کے مفہوم کے مطابق ناصرف ظلم کرنے کی ممانعت کی جارہی ہے بلکہ اپنی ذات کو ظلم کرکے ہلاکت و قیامت کی ہولناکی سے بچنے کی تنبیہ بھی کی جارہی ہے اسلام میں تصور امن فقط ظلم کو روکنے میں نہیں بلکے بہترین اور اعلیٰ مفاہمتی کردار میں ہے۔ ایسے اشخاص جو ظلم کو انجام دیں رحمت العالمین ﷺ بروز قیامت ان کے خلاف شاہد ہوں گے کس قدر سخت مقام ہے خدا کی پناہ۔ آپ ﷺ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

---

[5] القرآن:2/205

[6] القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، مترجم نواب وحید الزمان، (لاہور: نعمانی کتب خانہ، 2004)، ح2578

"خبر دار! جو کسی معاہد پر کوئی ظلم کرے گا، یا اس کے حقوق میں کمی کرے گا، یا طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالے گا، یا اس کی مرضی کے بغیر اس سے کوئی چیز حاصل کرے گا؛ تو قیامت کے دن میں خود اس کے خلاف دعویٰ پیش کروں گا۔"[7]

امن و مفاہمت بہترین ہے فطرت کے قانون کے مطابق جو خدا نے وضع کیا ہے مفاہمت ایسی کامیابیوں اور بلندیوں کی طرف لے جاتی ہے جو پر تشدد ذرائع سے ناممکن ہے اسلامی تعلیمات کے مطابق جنت انسان کے لیے مثالی ٹھکانہ ہے اور وہ بہترین ٹھکانا امن کی تعلیمات پر عمل کرنے والوں کے لیے ہے۔ اسلام صرف عبادات اور ذاتی رسومات کا عمل نہیں ہے بلکہ یہ عبادت، سماجی، سیاسی اور معاشی مسائل کا مجموعہ ہے۔ ایک ایسا دین جس میں وہ تمام چیزیں شامل ہوں جن کی انسان کو روزی روٹی، دنیا و آخرت، انفرادی اور معاشرتی زندگی میں ضرورت ہے۔ اس دین نے انسان کے خالق، حاکم، معاشرے، خاندان، قوم اور دیگر قوموں، مسلم اور غیر مسلم دونوں کے ساتھ تعلق پر توجہ دی ہے۔ اسلام کے مطابق مختلف عقائد اور مذاہب کے ساتھ انسانوں کا امن اور پر امن بقائے باہمی ایک قدر اور مقصد ہے۔ امن کا مقصد مصلحت نہیں بلکہ خود امن ہے، کیونکہ یہ انسان کی فطری زندگی سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے، اور امن کے حالات میں، انسانی ترقی اور فضیلت اور تفہیم معاہدوں تک پہنچنا اور بالآخر انسانی مذہب کی وحدت اور حق کی طرف رجحان تک پہنچنا زیادہ ممکن ہے۔

انسانی مساوات پر امن بقائے باہمی کے اہم ترین اصولوں میں سے ایک ہے کیوں کہ نسل پرستی اور دوسری قوموں اور مذاہب کی ذلت نے انسانی معاشرے کے لئے بہت سے مسائل پیدا کیے ہیں اور پہلی اور دوسری جنگ عظیم اس دعوے کی گواہ ہے۔ رنگ، نسل اور قومیت کا فرق ایک دوسرے پر فضیلت نہیں ہے بلکہ قرآن مجید کے نقطہ نظر سے زبانوں اور رنگوں کا فرق خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور افراد اور قوموں کو ایک دوسرے سے پہچاننے کا ایک ذریعہ ہے۔

قرآن مجید کی بہت سی آیات تمام انسانوں کو مخاطب کرتی ہیں جیسے "یابنو آدم"، " يَاَيُّهَا النَّاسُ "ان خطابات اور تشریحات سے پتہ چلتا ہے کہ زمین کے تمام باشندوں میں انسانیت ایک مشترکہ معنی ہے مختلف علاقوں کے لوگ ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہیں، تاریخ بھر میں انسان زبان، رنگ اور نسل کے لحاظ سے مختلف رہے ہیں، لیکن اسلام

---

[7] سجستانی، ابو داؤد سلیمان، مترجم، محمد انور گھالوی، سنن ابی داؤد مترجم، کتاب الخراج والامارۃ، (لاہور ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 2012ء)، ح3052

کے نقطہ نظر سے ایک ہیں۔ یہ نظریہ امن کو فرغ دیتا ہے، انسانی وقار بڑھاتا ہے اس کے مطابق غیر مسلموں کا احترام کیا جاتا ہے کیونکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ انسانیت کا اشتراک کرتے ہیں اگرچہ وہ عقیدے اور مذہب میں اختلاف رکھتے ہیں۔ یہ نظریہ مکمل طور پر منطقی ہے اور آیات، روایات کی روح اور اسلام کے رہنماؤں کے راستے سے مطابقت رکھتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسلام میں دوسرے مذاہب اور مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ امن اور پر امن بقائے باہمی کو بنیادی اصول کے طور پر دیکھا گیا ہے۔ اسلام دشمن عناصر اسلام کو تلواروں کا مذہب سمجھتے ہیں جب کہ اسلام تلواروں کا نہیں اعمال کا مذہب ہے عہد نامہ قدیم وجدید کے اقتباسات پر غور کیا جائے تو دشمنان اسلام کے ان اعتراضات پر سخت حیرت ہوتی ہے، جو وہ اسلام کے مقدس تصور جہاد پر یہ اعتراض اور کذب بیانی کرتے چلے آرہے ہیں کہ اسلام کی اشاعت و تبلیغ دنیا میں بزور تلوار ہوئی ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا کوئی لاچار، مجبور اور مقہور اگر اپنی مدافعت میں جان پر کھیل کر ظالموں کے خلاف جنگ و جدال کی راہ اختیار کرے، اور اپنے حقوق کی بازیافت کے لیے جد وجہد کرے، اور مذہبی آزادی کے لیے جابروں اور ظالموں سے پنجہ آزمائی کرے اور اپنی جان و مال کی حفاظت کے لیے قربانی پیش کرے، تو کیا یہ قتل و غارت گری کو بڑھاوا دینا ہے؟ کیا یہ اسلام یا مسلمانوں سے منسوب دہشت گردی اور وحشت ہے؟ نہیں، بلکہ اپنے حقوق کو حاصل کرنے کے لیے یہ ایک نیک عمل ہے۔ یہ تو ظلم و تشدد، قتل و غارت گری، فتنہ و فساد اور بدامنی و ناانصافی کے خلاف ایک منظّم کوشش ہے۔ دشمنان اسلام کے دکھوں میں سے ایک یہ ہے کہ ہر فاتح ایک شکست خوردہ معاشرے پر اپنا مذہب مسلط کرتا ہے۔ دین اسلام جو تلواروں کے زور پر لوگوں پر مسلط کیا گیا ہے کیوں کہ اس کی بنیاد طاقت اور تلوار پر منحصر ہے جس نے مصیبت اور شدت پیدا کی ہے جب کہ ایسا ہر گز نہیں ہے تلوار اٹھانے کے بھی اصول تعلیمات اسلامی کا جز ہیں۔ جیسا کہ اس سے قبل رقم کیا جاچکا ہے کہ اسلام میں پر امن بقائے باہمی کے حق کو ایک "اصول" سمجھا جاتا ہے۔

لہٰذا جنگ ایک غیر معمولی حالت ہے اور اگر پر امن حل کہیں نہیں مل پاتے تب قرآن مجید بعض مقاصد کے لئے جنگ کا حکم دیتا ہے جیسے جارحیت کا ارتکاب، بغاوت کا خاتمہ، مظلوموں پر ظلم و ستم کا خاتمہ، زمین کا دفاع، معاہدوں کی خلاف ورزی کرنے والوں، سازش کرنے والوں کے خلاف اور جنگ شروع کرنے والوں سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کی سورہ انفال کی آیت نمبر ۶۱ میں فرماتا ہے اور اگر وہ صلح کی طرف رجوع کریں تو اس کی طرف رجوع کریں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔

"وَ اِنۡ جَنَحُوۡا لِلسَّلۡمِ فَاجۡنَحۡ لَهَا وَ تَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ"[8]

"اور اگر (تمہارے ساتھ نبرد آزما) وہ (کفار) صلح و آشتی کے لیے جھکیں تو آپ بھی اس کی طرف مائل ہو جائیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ بے شک وہی خوب سننے والا جاننے والا ہے۔"

اس آیت کی مذید وضاحت سرکار دوعالم کے اس ارشاد مبارک سے ہوتی ہے کہ:

"وہ ہم میں سے نہیں؛ جو عصبیت کی طرف بلائے اور جو عصبیت کی بنا پر قتال کرے"[9]

مذاہب دیگر

اس وقت دنیا میں بے شمار آسمانی و غیر آسمانی مذاہب پائے جاتے ہیں، جن کی اپنی اپنی تہذیب وثقافت اور زندگی گزارنے کے لئے تعلیمات ہیں۔ لیکن اسلامی تعلیمات ان تمام مذاہب کی تعلیمات سے زیادہ معتدل، روشن، پر امن اور عدل وانصاف کے تقاضوں پر پورا اترنے والی ہیں۔ بنیادی طور پر مذاہب کی دو قسمیں ہیں۔ ا۔ سامی مذاہب، ۲۔ غیر سامی مذاہب۔ سامی مذاہب میں یہودیت، عیسائیت اور اسلام داخل ہیں، جبکہ غیر سامی مذاہب میں ہندومت، بدھ مت، جین مت زرتشت، کنفیوشس اور سکھ شامل۔

یہودیت میں تصور امن

یہودی مذہب ایک طویل تاریخ کے ساتھ دنیا کے سب سے اہم مذاہب میں سے ایک ہے یہودیت کی تاریخ تین ہزار سال سے زیادہ پرانی ہے۔ اس مذہب کے پیروکار اپنے آپ کو حضرت موسی علیہ السلام کے پیروکار سمجھتے ہیں اور انہیں بنی اسرائیل بھی کہتے ہیں کیونکہ اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی عالمگیر دعوت پھیلانے کے لیے مقرر کیا تھا۔ انہوں نے پہلے خود عراق سے مصر تک اور شام و فلسطین سے ریگستان عرب کے مختلف گوشوں تک برسوں گشت لگا کر اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری، امن و رواداری کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے دو بڑی شاخیں نکلیں۔ ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد جو عرب میں رہی۔ قریش اور عرب کے بعض دوسرے قبائل کا تعلق اسی شاخ سے تھا۔ دوسرے حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد جن میں حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام،

---

[8] القرآن: 8/61

[9] سجستانی، ابو داؤد سلیمان، مترجم، محمد انور گھالوی، سنن ابی داؤد مترجم، کتاب الآداب، باب العصبة، (لاہور ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 2012ء)، ح 1521

حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور بہت سے انبیاء پیدا ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام چونکہ اسرائیل تھا اسی لیے یہ نسل بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہوئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے چار بیویوں سے بارہ بیٹے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بعد بنی اسرائیل کو مصر میں بڑا اقتدار نصیب ہوا۔ مدت دراز تک یہی اس زمانے کے مہذب دنیا کے سب سے بڑے فرماں روا تھے۔ اور ان ہی کا سکہ مصر اور اس کے نواح میں رواں تھا اور آپؑ امن کی تعلیمات عام کرنے میں پر جوش تھے۔ اصل دین جو حضرت موسیٰؑ اور ان سے پہلے اور بعد کے انبیاء لائے تھے وہ تو اسلام ہی تھا۔ ان انبیاء میں سے کوئی بھی یہودی نہ تھا اور نہ ان کے زمانے میں یہودیت پیدا ہوئی تھی۔ یہ مذہب اس نام کے ساتھ بہت بعد کی پیداوار ہے۔ یہ اس خاندان کی طرف سے منسوب ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے چوتھے بیٹے یہودا کی نسل سے تھا۔

حضرت سلیمانؑ کے بعد جب ان کی سلطنت دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی تو یہ خاندان اس ریاست کا مالک ہوا جو یہودیہ کے نام سے موسوم ہوئی اور بنی اسرائیل کے دوسرے قبیلوں نے اپنی الگ ریاست قائم کر لی جو سامریہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ پھر اسیریا نے نہ صرف یہ کہ سامریہ کو برباد کر دیا بلکہ ان اسرائیلی قبیلوں کا بھی نام و نشان مٹا دیا جو اس ریاست کے بانی تھے۔ اس کے بعد صرف یہودا اور اس کے ساتھ بنیامین کی نسل ہی باقی رہ گئی جس پر یہودا کی نسل کے غلبے کی وجہ سے یہود کے لفظ کا اطلاق ہونے لگا۔ اس نسل کے اندر کاہنوں، ربیوں اور احبار نے اپنے اپنے خیالات اور رجحانات کے مطابق عقائد اور رسوم اور مذہبی ضوابط کا جو ڈھانچہ صدہا برس میں تیار کیا اس کا نام یہودیت ہے۔ اللہ کے رسولوں کی لائی ہوئی ربانی ہدایت کا بہت تھوڑا ہی عنصر اس میں شامل ہے اور اس کا حلیہ بھی اچھا خاصا بگڑ چکا ہے۔ اسی بنا پر قرآن مجید میں اکثر مقامات پر ان کو الذین ھادوا کہہ کر خطاب کیا گیا ہے یعنی اے وہ لوگ جو یہودی بن کر رہ گئے ہو۔ قرآن میں جہاں بنی اسرائیل کو خطاب کیا گیا ہے وہاں بنی اسرائیل کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور جہاں مذہب یہود کے پیروکاروں کو خطاب کیا گیا ہے وہاں الذین ھادوا کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ یہودی روایات کے مطابق جب بنی اسرائیل مصر سے نکل کر صحرائے سینا پہنچے تو خدا نے انہیں بنیادی دس احکام دیے جو ان کے سماجی وجود پر حکومت کرنے والے تھے۔ ان میں سے ایک امن کا حکم تھا کہ:

"تم قتل نہ کرو۔"[10]

[10] الخروج 20:13 لَا تَقْتُلْ. | کتاب الحیاۃ KEH › https://www.bible.com

بائبل کا یہ حکم ہر قسم کے تشدد سے منع کرتا ہے چاہے انفرادی ہو یا سماجی، چاہے کسی کی اپنی برادری کے خلاف ہو یا کسی دوسرے کے خلاف۔ یہ براہ راست خدا کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ یہودی روایت کے مطابق یہ حکم مطلق حکم کی نوعیت میں ہے۔ اس سلسلے میں تورات کا ایک اور حکم بھی قابل ذکر ہے۔ یہ ایسی اخلاقی تعلیم کو مجسم کرتا ہے جو کہ تمام مذاہب کے لیے عام ہے حالاں کہ اس کا اظہار مختلف طریقے سے کیا گیا ہے۔ تورات کے الفاظ اس طرح ہیں: کہ جو آپ کے لیے نفرت انگیز (یا تکلیف دہ) ہے، وہ کسی دوسرے آدمی کے ساتھ نہ کریں۔ امن کے تناظر میں یہ تعلیم بہت بنیادی ہے۔ ظاہر ہے، ہمیں اس دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں ملے گا جو تشدد کا نشانہ بننا پسند کرے۔ تشدد ہر کسی کے لیے قابل نفرت ہے۔ یہ حقیقت ہونے کے ناطے ضروری ہے کہ انسان دوسروں پر تشدد کے ارتکاب سے بھی نفرت کرے۔ اسے کسی بھی حالت میں دوسروں کے خلاف پر تشدد سرگرمیوں میں ملوث نہیں ہونا چاہیے۔ بلاشبہ یہ حکم اپنے اطلاق میں عمومی ہے۔ اس میں نہ صرف افراد بلکہ مجموعی طور پر برادری کو بھی مخاطب کیا جاتا ہے۔ جس طرح انفرادی رویے کے لیے ایک معیار مقرر کیا جاتا ہے، اسی طرح سماجی رویے کے لیے بھی ایک معیار مقرر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح تورات کی ایک اور آیت بھی ہے جو قابل ذکر ہے کہ خدا کا مطلوب معاشرہ کیسا ہونا چاہیے۔

یہ ایک ایسا معاشرہ ہے جہاں کمزور اور طاقتور ایک دوسرے کو نقصان پہنچائے بغیر ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ جہاں عام آدمی کو وہی حقوق حاصل ہیں جو نام نہاد اعلیٰ طبقے کو حاصل ہیں۔ یہ ایک ایسا معاشرہ ہے جہاں لوگ دوسروں کی طرف سے کسی نقصان کے خوف کے بغیر سکون سے رہ سکتے ہیں۔ جہاں لوگ دوسروں میں تشدد نہیں بلکہ امن تلاش کرتے ہیں۔ یہ خدا کے مبارک احکام کو بیان کرتا ہے کہ:

"بھیڑیا اور بھیڑ کا بچہ مل کر کھانا کھائیں گے، شیر بیل کی طرح بھوسا کھائے گا، اور خاک سانپ کی خوراک ہو گی۔ وہ میرے تمام مُقدّس پہاڑ کو نہ نقصان پہنچائیں گے اور نہ تباہ کریں گے "[11]

مگر یہودی اپنی معاصر قوموں جیسے یونانیوں اور رومیوں کی طرح خود کو برتر نسل سمجھتے ہیں اور کسی بھی قوم کو اپنا ہم منصب نہیں سمجھتے اور بد قسمتی سے یہودی عقیدے کو اپنا خصوصی مذہب سمجھتے ہیں اور اسے دوسری قوموں میں پھیلانے کی کوشش بھی نہیں کرتے، کیونکہ وہ یہودی عقیدے کو بنی اسرائیل کے لیے مخصوص سمجھتے ہیں اور غیر اسرائیلی کو کمتر، وہ اپنی نسل کی برتری پر یقین رکھتے ہیں اور اپنی نسل میں دوسری قوموں کو شریک نہیں کرتے ہیں ظلم

---

[11] یسعیاہ 65:25- انجیل مقدس https://urdu-bible.el-elupath-elu.in

یا شدت میں کوئی یہودی مذہب کے برابر نہیں ہے۔ پوری تاریخ میں یہودیوں نے بہت زیادہ جنگ اور خونریزی کا مظاہرہ کیا ہے اور آج تک کر رہے ہیں انہوں نے بچوں اور عورتوں تک پر رحم نہیں کیا اور وہ اب بھی اپنے آپ کو "خدا کی منتخب قوم" سمجھتے ہیں حیرت کی بات یہ ہے کہ یہودی تورات کا سہارا لے کر یہ تمام جنگیں کرتے ہیں جب کہ قرآن پاک میں اور خود ان کے صحیفوں میں اس بات کی ممانعت کی گئی ہے انہوں نے تمام تعلیمات میں اپنی مرضی کی تحریف کر لی ہے اور تعلیمات امن کو فراموش کر دیا ہے بظاہر سب سے زیادہ مہذب اور پر امن نظر آنے والی قوم ہی سب سے ظالم ہے بلخصوص اسلام و مذاہب دیگر کے ساتھ۔

عیسائیت میں تصور امن

عیسائیت دنیا کے سب سے اہم مذاہب میں سے ایک ہے، جس کے دنیا بھر میں ایک ارب سے زیادہ پیروکار ہیں. اس مذہب کے ابھرنے کا آغاز ۲۰۰۰ سال پرانا ہے اور اس مذہب کے پیروکار خود کو پیغمبر خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار سمجھتے ہیں وہ مذاہب جو عرف عام میں اور بظاہر صلح و آشتی اور امن و سلامتی، نیز انسانی ہمدردی اور محبت کے علم بردار قرار دیے جاتے ہیں ان میں سے ایک عیسائیت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ باتیں بڑی حد تک صحیح بھی معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن عیسائیت کے سلسلے میں ہمیں یہ بات قطعاً نہیں بھولنی چاہیے کہ یہ ایک نا تمام مذہب ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت کی تجدید ہے۔ گویا اصل شریعت شریعت موسوی ہے جو بنی اسرائیل کے لیے تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت خالصتاً بنی اسرائیل ہی کی طرف کی گئی تھی۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"اس حقیقت کو خود مسیحی علما بھی تسلیم کرنے لگے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے ایک مشہور مسیحی عالم ڈین انجے نے، جن کو کنیسہ سینٹ پال کا سب سے بڑا منصب حاصل تھا، گرٹن کالج کیمبرج میں تقریر کرتے ہوئے اعتراف کیا تھا کہ: مسیحؑ نے کبھی موسوی تعلیم سے انحراف نہیں کیا نہ کوئی نئی تعلیم دی، نہ موسوی مذہب کے مقابل کوئی نیا مذہب قائم کیا۔ روحانی معاملات میں وہ آزادی تو ضرور چاہتے تھے لیکن اپنے ملک اور وقت کی باتوں کو انھوں نے قبول کیا۔ اس لحاظ سے موسوی شریعت سے الگ ہونا تو ضروری تھا مگر مسیح نے عیسائیوں کے لیے خود کوئی شریعت تجویز نہیں کی۔"[12]

[12] مودودی، ابو الاعلیٰ، الجہاد فی الاسلام، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن 1978ء)، ص435-436

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو ہزار سال قبل فلسطین میں پیدا ہوئے آج ان کے پیروکار کسی بھی دوسرے مذہب کے ماننے والوں سے زیادہ ہیں آپؑ کی تعلیمات نئے عہد نامے میں درج ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سب سے زیادہ زور خدا کی عبادت، انسانوں سے محبت، بنی نوع انسان کی خدمت، روحانی ترقی، مادیت سے بالاتر ہو کر، دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، چاہے وہ بدلہ ہی کیوں نہ دیں، امن و امان وغیرہ پر دیا۔ یہ تمام خوبیاں جن کا جنگ اور تشدد سے کوئی تعلق نہیں ایک اعلیٰ اقدار کے حامل ہونے سے پیدا ہوتی ہیں اور یہ تمام اقدار جبر کے بجائے منوانے سے معاشرے میں قائم کی جاسکتی ہیں۔ نئے عہد نامے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات ہمیں واضح طور پر بتاتی ہیں کہ امن ان کے لیے اتنا اہم تھا کہ آپؑ نے ہر قیمت پر امن قائم کرنے کا حکم دیا جن میں سب سے بابرکت کام دنیا میں امن، عائلی زندگی میں امن، معاشرتی زندگی میں امن، قومی زندگی میں امن، بین الاقوامی زندگی میں امن قائم کرنا ہے۔ اس کا اظہار بائبل میں ان کے ایک قول میں کیا گیا ہے:

"اپنے دشمنوں سے محبت کرو اور ان کے ساتھ بھلائی کرو جو تم سے نفرت کرتے ہیں۔"[13]

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو ہر ایک سے پیار کرنا چاہئے، یہاں تک کہ اپنے دشمنوں سے بھی۔ آپ کو ہر ایک کے ساتھ پر امن رویہ اپنانا چاہیے، یہاں تک کہ ان لوگوں کے ساتھ جو جسمانی طور پر بدسلوکی کا انتخاب کرتے ہیں۔

"اور جو تمھاری چادر چھین لے اس سے اپنی چادر بھی نہ روکو۔ جو تم سے مانگتا ہے اسے دے دو۔ اور جو تمہارا مال چھین لے اس سے واپس نہ مانگو۔"[14]

اس قدر امن پسندی کی تعلیمات کے باوجود انہوں نے آہستہ آہستہ داخلی ترقی اور بیرونی دباؤ کی وجہ سے دنیا کا رخ کیا اور وہ خود دوسری قوموں کے لئے ایک بہت بڑا بین الاقوامی خطرہ بن گئے جو صلیبی جنگوں کی صورت میں دنیا نے دیکھا تھا پوپ کے فرمان کے مطابق انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیے گئے تمام معاہدوں کو بھی ختم کر دیا۔ عیسائیت کے تاریخی واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حکم پر تمام انسانوں سے محبت کرنے اور دوستی کرنے کے لئے کبھی بھی عمل نہیں کیا ہے اور قرآن مجید کی آیات میں بھی عیسائی نسل پرستی کا ذکر کیا گیا ہے، جس میں یہودیوں کی طرح عیسائی بھی شامل ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم خدا کی اولاد ہیں اس نسل پرستی کا نتیجہ ہم ہٹلر کے ہولوکاسٹ میں دیکھ چکے ہیں۔

---

[13] کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ بائبل کا اردو ترجمہ، (لاہور: برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی، 1958) 6:27

[14] ایضاً، 6:29

"۱۴۱۵عیسوی میں پوپ نکولائی پنجم نے حکم دیا کہ یہودی مذہبی رسومات میں ملوث کسی بھی مشتبہ شخص کو عدالت میں پیش کیا جائے جس کے تحت ۳۰۰یہودیوں کا قتل عام کیا گیا، اور باقی اٹلی بھاگ گئے، جہاں سے انہیں ترکی ہجرت کرنے پر مجبور کیا گیا۔ عیسائیوں نے اپنے ساتھی انسانوں پر بھی رحم نہیں کیا۔ سات صدیوں کے دوران ۱۱۸۳ سے ۱۸۳۴ تک جو اسپین میں تفتیشی مقدمات کے باضابطہ آغاز اور اختتام کی تاریخ ہے ہزاروں افراد کو صرف ارتداد اور سرکاری مذہب کی خلاف ورزی کے الزام میں آگ میں جلا دیا گیا یا خوفناک تشدد کے بعد قتل کر دیا گیا اور ان کی املاک ضبط کر لی گئیں۔ افراد کو ایک خاص عقیدے اور مذہب کا حامل ہونا ضروری تھا۔ قرون وسطی کے زمانے کو تفتیش، قتل اور تشدد کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ۱۰ مارچ ۱۷۹۱ کے ایک پیغام میں چھٹے پوپ نے مذہبی آزادی کو "خوفناک حقوق" کے طور پر بیان کیا لیکن آخر کار چرچ نے انسانی حقوق کے عالمگیر اعلامیے اور مذہب کی آزادی کے حق کو قبول کر لیا۔ اس کا اعلان ۲۳ویں پال پوپ نے ۱۹۶۳میں کیا تھا۔"[15]

یہ کہنا مناسب ہے کہ مسیحیت سمیت آسمانی مذاہب جبر کو قبول نہیں کرتے اور جب مذہب کے خلاف کام کرتے ہیں تو مذہب ان سے نفرت کرتا ہے۔ البتہ عیسائیت کی روایت اور عیسائیت کی راہ میں انسانیت کی تاریخ میں بہت خون بہایا گیا ہے براعظم یورپ جو عیسائیت کا گہوارہ ہے گزشتہ ہزار سالوں سے جنگ اور خونریزی کا مرکز رہا ہے جو ان کی اصل تعلیمات کے خلاف ہے۔

ہندومت میں تصور امن

ہندومت کی بنیاد غیر دوہری ازم کے اصول پر ہے جس کا مطلب ہے کہ اس دنیا میں خالق اور مخلوق دو مختلف ہستی نہیں ہیں بلکہ یہ وہی حقیقت ہے جو اس دنیا میں مختلف چیزوں اور مختلف مخلوقات میں ظاہر ہوتی ہے اس اصول کے مطابق ایک آدمی اور اس کے ساتھی مرد ایک ہی ہیں ایک اور دوسرے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ تصور تمام جانداروں کے لیے ہمدردی کا احساس پیدا کرتا ہے۔ یہ دوسرے پن کے اصول کی نفی کرتا ہے۔ درحقیقت دوسرے پن کا احساس صرف غائب ہو جاتا ہے ایسا ہونے سے دوسروں کے خلاف تشدد یا جارحیت کا ارتکاب اصولی طور پر اپنے نفس کے خلاف جارحیت کے ارتکاب کے مترادف ہے۔ یہی تصور ہندومت میں امن کا نظریاتی ذریعہ ہے رواداری ہندومت کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے۔ رواداری کا یہ تصور تمام مذاہب کی سچائی پر یقین کی

---

[15] محمد حمید اللہ، اسلام میں بین الاقوامی تعلقات کا قانون، مترجم، سید مصطفی، (تہران: اسلامک سائنس پبلشنگ سینٹر، 1994ء)، ص 135

حوصلہ افزائی کی حتمی حد تک جاتا ہے۔ گیتا کے مطابق، ہر مذہبی راستہ ایک ہی منزل کی طرف جاتا ہے اصولی طور پر کسی بھی انسانی گروہ کے خلاف تشدد غیر قانونی ہے۔ مہاتما گاندھی، شنکر آچاریہ جیسی امن کی داعی شخصیات اسی مذہب کے پیروکار ہیں۔

"گیتا کا مرکزی موضوع "کرم یوگ" ہے۔ کرم کے معنی عمل اور یوگ کے لغوی معنی امن و اتحاد کے ہیں۔ یعنی ایسا عمل جس کی مدد سے ایک فرد ایشور کی ذات سے وصل حاصل کر سکتا ہے۔ سماجی فرائض کو بے غرضانہ سرانجام دینا کرم یوگ کے لیے ضروری ہے۔"[16]

گیتا کی تعلیمات کے مطابق امن پرست انسان کی اتنی عظمت ہے کہ وہ ان کے خدا میں سرائیت کر جاتا اور خدا کی ہستی میں رہتے اور حیات جاوید انی پاتے ہیں یعنی کہ امر بن جاتے ہیں۔ گیتا کہ ایک شلوک کہ مطابق:

"عقیدت کا مطلب تمام اعمال کو اسی سے منسوب کرنا ہے اسی لیے عقیدت مند (اچھے اعمال اور امن کا پرچار کرنے والے) خدا ہی کی ہستی میں رہتے اور جیتے ہیں۔"[17]

ان تعلیمات کے تناظر میں ہندو مت میں امن و سلامتی کرنے والا، کروانے والا اور امن کا پرچاری سب بلند پایہ ہستیوں میں شمار ہوتے ہیں مگر یہ الگ بات ہے کہ اس کے پیروکار اس پر عمل کریں یا نہ کریں مذہب کی تعلیمات تو امن ہیں۔

بدھ مت میں تصور امن:

دوسرے مذاہب کے برعکس بدھ مت خدا پر یقین کو مرکزی تصور کے طور پر نہیں رکھتا۔ اس کے بجائے بدھ مت کا نظام اخلاقی اصولوں پر مبنی ہے بدھ مت کی بنیاد کو اخلاقی فلسفہ یا اخلاقی طرز زندگی کہا جا سکتا ہے۔ بدھ مت کے بانی گوتم بدھ (سدھارتھ گوتم) کی زندگی تاریخی طور پر اچھی طرح سے مستند نہیں ہے لیکن یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ۵۶۰ قبل مسیح کے آس پاس شمالی ہندوستان میں پیدا ہوئے تھے جب وہ بالغ ہوئے تو انہیں بدامنی اور انسانی مصائب کے کچھ مناظر دیکھنے کو ملے۔ چونکہ وہ ایک حساس انسان تھا اس لیے درد اور تکلیف کی وجہ پر غور و فکر کرنے لگے۔ اس کے بعد گوتم بدھ نے انسانی زندگی میں درد اور مصائب کے خاتمے کا ہدف خود طے کیا۔ ایک طویل عرصے تک گہرے غور و فکر اور مراقبہ کے بعد انہوں نے کچھ اخلاقی اصول وضع کئے۔ چونکہ ان کی زندگی کا بنیادی مقصد

---

[16] چیمہ، غلام رسول، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، (لاہور: علم و عرفان پبلشرز، 2006ء)، ص 177

[17] بھگوت گیتا نہم 29 مترجم بھگوان داس، بحوالہ اسلام کا ہندوستانی تہذیب پر اثر، ص 49

امن و انسانی مصائب کا خاتمہ تھا، اس لیے انہوں نے اس بات کو سب سے زیادہ اہمیت دی کہ انسان کو ہر قسم کی خواہشات سے آزاد ہونا چاہیے کیونکہ یہی خواہشات انسان کو ہر قسم کی برائیوں بشمول تشدد کی طرف لے جاتی ہیں۔ انہوں نے انسانی زندگی کو چلانے کے لیے جو اصول وضع کیے وہ درج ذیل ہیں:

"انسان کو تمام خواہشات اور ہوس، تلخی اور ظلم کے تمام خیالات کو ترک کرنا چاہیے۔ کسی جاندار کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔ ہر قسم کے قتل سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ہر کسی کو ایسے پیشے میں کام کرنا چاہیے جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچے اور کسی کو نقصان نہ پہنچے۔"[18]

اصولی طور پر بدھ مت میں تشدد کی کوئی جگہ نہیں ہے کیونکہ بدھ مت کا مقصد بنیادی طور پر ذاتی اصلاح ہے اور ذاتی اصلاح دوسروں کے خلاف جارحیت کرنے کے بجائے اپنے نفس کے خلاف سخت جدوجہد کرنے سے ہی ہو سکتی ہے۔ یہ کہنا درست ہو گا کہ تشدد بدھ مت کی چیزوں کی منصوبہ بندی کے لیے اجنبی ہے نظریاتی طور پر بدھ مت کا تشدد سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔

جین مت میں تصور امن

جین مت کے بانی مہاجیر جین ہیں ان کا عقیدہ اور تعلیمات ہیں کہ حقیقی نجات حاصل کرنے کے لیے جانداروں کو تکلیف دینے سے اجتناب کرنا بہت ضروری ہے وہ دوران سفر اپنے ساتھ ایک جھاڑو رکھتے اور اس سے راستہ صاف کرتے کہ کہیں کوئی کیڑا مکوڑا ان کے پاؤں کے نیچے نا روندھا جائے، کوئی ایسی غذا نہ کھاتے جو گوشت کی ہو کہ جانوروں کے قتل کا سبب نا بنیں، پانی باریک کپڑے سے چھان کے پیتے، اور گفتگو کے دوران بھی منہ پر کپڑا رکھتے کہ کہیں کوئی ننھی مخلوق پانی سے اور دوران گفتگو ہوا سے منہ میں جا کر نا مر جائے اور بہت سی معمولی سے معمولی احتیاط کرتے کے کسی ذی روح کو تکلیف پہنچانے کا باعث نہ بنیں۔ جین مت میں اعمال کی درستگی پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے جنہیں عظیم نیکیاں کہا گیا ہے جس میں اول نمبر پر ہی امن ہے۔

"اہنسام یا عدم تشدد (اہمسہ) آزادی یعنی کسی ذی روح کو تکلیف نہ دی جائے جس طرح انسان کا اپنا وجود محترم اور عزیز ہوتا ہے اسی طرح دوسروں کو بھی سمجھنا چاہیئے۔"[19]

---

[18] ناریمن، گشاسپشاک کیکوشرو، لٹریری ہسٹری آف سنسکرت بدھ ازم، (بمبئی: ڈی بی ٹاراپوریوالا سنز، 1920ء)، ص5

[19] مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، محولہ بالا، ص243

جین مت کے سادھو کو پانچ قسمیں کھانی پڑتی ہیں جس کے بنا ان کا ایمان مکمل نہیں ہوتا جس کی سب سے پہلی قسم ہی کسی جاندار کو نقصان نا پہنچانا ہے۔ جین مت کی عدم تشدد حدود بہت وسیع ہیں۔ اس کی رو سے صرف ذی روح کو ہی ایذا دینے سے منع نہیں کیا گیا بلکہ غیر ذی روح کو بھی نقصان پہنچانے سے روکا گیا ہے جین مت کے پیروکار کو پانچ طرح کی احتیاطوں کی تعلیمات دی گئی ہیں:

"پانچ احتیاطیں: چلنے پھرنے، بولنے بھیک مانگنے یا کھانا کھانے کی چیزوں کو رکھنے یا اٹھانے یا رفع حاجت کے دوران انتہائی احتیاط۔ ان اعمال کے دوران کسی چھوٹے سے چھوٹے جاندار کو تکلیف نہ پہنچے۔ یا اس کی جان ضائع نا ہونے پائے۔"[20]

تمام مذاہب میں سب سے سخت ترین تصور امن جین مت مذہب کا ہے جس پر وہ عمل پیرا ہونے کی بھرپور کوشش بھی کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام

امن، سکون اور سلامتی اللہ تعالیٰ کی سب سے اہم نعمتوں میں سے ہیں جس سے انسان اور انسانی معاشرے کمال تک پہنچتے ہیں اور اسلامی نصوص کے مطابق یہ روشنی اور نور کی طرف جانے والا راستہ ہے۔ امن اور سلامتی قابل قدر تصورات ہیں اور دین اسلام کی اقدار میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ اتنا اہم ہے کہ خدا کی صفات اور ناموں میں سے ایک "سلامتی اور امن" ہے. ہر مسلمان اپنی نماز میں دن میں کئی بار یہ لفظ دہراتا ہے۔

قرآن مجید کے مطابق جنت امن کی جگہ ہے اور اس کے باشندے ایک دوسرے کو سلام بھیجتے ہیں۔ انسانوں کے امن اور سلامتی کو یقینی بنانے کے لئے مسلمان جب بھی ایک دوسرے کے گھر میں داخل ہوتا ہے تو سلام کے ذریعے سلامتی کی دعا دیتا ہے جو فرض ہے. بلاشبہ امن اور سلامتی انسانیت کے پر امن بقائے باہمی کی روشنی میں لائی جاسکتی ہے۔

اس مقالے میں اس مسئلے کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ پر امن بقائے باہمی کے بارے میں اسلامی، یہودی، عیسائی اور دیگر مذاہب کے نقطہ نظر کی چھان بین کی گئی ہے۔ یقیناً تمام آسمانی مذاہب اور خدائی نبی توحید اور انسانیت کے نجات دہندہ اور دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ امن، سلامتی اور محبت بھرے سلوک کا ذریعہ ہیں لیکن مذاہب کے پیروکاروں نے وقت کے ساتھ اور خدا کے سرپرستوں کی

---

[20] ایضاً، ص:245

قیادت سے بچنے کے نتیجے میں آہستہ آہستہ انحراف کو قبول کیا ہے اور بعض اوقات دیگر اقوام کے زیر اثر دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ پرامن زندگی سے انکار کر دیا ہے کیوں کہ یہودیت اور عیسائیت کے پیروکار نسل پرستی اور برتری کی طرف مائل ہو گئے ہیں۔ اس سلسلے میں بہت سی جنگیں لڑی جا چکی ہیں اور بہت سے لوگ مارے جا چکے ہیں اور یقیناً یہ کہا جانا چاہیے کہ یہودی اس سلسلے میں زیادہ جارحانہ رہے ہیں اور یہودیوں میں بین الاقوامی قانون سے ٹکراؤ واضح طور پر نظر آتا ہے، اپنی نسل کی برتری پر یقین رکھنے کے علاوہ وہ اپنی خدمت میں دوسری قوموں کو بھی شریک کرتے ہیں۔

لیکن اسلام کے نقطہ نظر سے مختلف عقائد اور مذاہب کے ساتھ انسانوں کا امن اور پرامن بقائے باہمی ایک قدر اور مقصد ہے۔ اسلام کے نقطہ نظر سے نسل پرستی بنیادی طور پر شرک کی شاخیں ہیں اور اسی وجہ سے اسلام نے اس کا بھرپور مقابلہ کیا ہے اور تمام انسانوں کو تقویٰ اور پرہیز گاری کی بنیاد پر برتری دی ہے۔ امن میں ہی سلامتی ہے اور اس کی فراہمی حکومتوں کے اہم ترین کاموں میں سے ایک ہے۔ معاصر سیاسی ادب اور سماجیات میں یہ سب سے واضح اصولوں میں سے ایک ہے۔

سلامتی کا مطلب ہے امن، سکون، حفاظت۔ سیاسی ثقافت میں سلامتی کے لئے ان کا سب سے اہم عنصر خطرات کی کمی ہے. یقیناً چوں کہ خطرات کی عدم موجودگی بالکل ناممکن ہے لہذا خطرے کو کم سے کم کرنے کے تحفظ کے احساس کو بھی کافی سمجھتے ہیں انفرادی، سماجی، سیاسی، ثقافتی، معاشی اور عدالتی وغیرہ کے تمام پہلوؤں میں امن فرد اور معاشرے کی بنیادی ضرورت ہے عوام اور حکومتیں اس کی تخلیق اور توسیع میں اپنے تمام وسائل اور طاقت استعمال کریں۔

نتائج

امن کے بارے میں اوپر کی گئی جامع تحقیق کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جب تک ایک آزاد معاشرہ قائم نہیں ہوتا جہاں مطالبات اپنی سوچ کے مطابق نہیں ہوتے، مسلح تنازعات ختم نہیں ہوتے، تشدد ختم نہیں ہوتا، سماجی انصاف نہیں ہوتا ہے۔ کوئی صحیح قانون نہیں یعنی کہ قانون کی حکمرانی کہ بجائے غلامی ہو، اچھے اخلاق نہیں، حکومت اور قوم کے درمیان مضبوط ربط نا ہو، عوام کا مقام اور نظام کے میں عدم توازن، اور معاشرے کی ترقی کا نہ ہونا، ان تمام صورتوں میں کیسے ایک معاشرہ پرامن معاشرہ ہو گا یہ ناممکن ہے اور ان نتائج کی بنیاد پر ہم امن کے حوالے سے اپنے معاشرے کی حقیقی تصویر خود بھی دیکھ سکتے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں امن ہے یا نہیں؟ امن کسی بھی مذہب، قوم اور ملک کی ترقی کے لیے ضروری ہے۔

امن عوام کے لیے فائدہ مند ہے کیوں کہ یہ لوگوں کو ہم آہنگی اور احترام کے ساتھ مل کر کام کرنے اور زیادہ معاشی اور سیاسی استحکام کے ساتھ ایک معاشرہ بنانے کے قابل بناتا ہے۔

امن خیالات اور علم کے آزادانہ تبادلے کی بھی اجازت دیتا ہے، اور ثقافتی اور مذہبی رواداری کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ امن خدمت خلق، رواداری کے آزادانہ بہاؤ کی اجازت دیتا ہے، جس سے معاشی خوشحالی بڑھ سکتی ہے، امن انسانی حقوق اور انصاف کو فروغ دیتا ہے، جو ایک محفوظ اور انصاف پسند معاشرے کے لیے ضروری ہیں۔ اسی لیے خالق کائنات نے ہر نبی، رسول، الہامی مذاہب اور آسمانی صحف و کتب کا مرکز امن رکھا اور ہر قوم و نسل کو اس کا پابند بنایا آج جو بھی اس سے دور ہے ناکام اور حالت انتشار میں ہی ہے۔

ایک اہم نکتہ جو مہم ہے اس تحقیق کے نتیجے میں حاصل ہوا اسلامی جنگیں اور تصادم اقتدار، حکومت، دنیا اور دولت کے حصول کے لئے نہیں تھیں بلکہ اللہ کے دین کی نشانیوں کو اپنی جگہ بحال کرنے اور اللہ کی سرزمین میں اصلاح لانے میں اور تاکہ اللہ کے مظلوم خادم محفوظ رہیں اور اللہ کے بھولے ہوئے قوانین اور احکامات پر دوبارہ عمل کیا جائے۔

سفارشات

یوں تو کسی بھی تحقیق کہ نتیجے میں لاتعداد سفارشات ذہن میں جنم لیتی ہیں مگر صفحہ قرطاس پر وہ ہی جلوہ افروز ہو سکتی ہیں جو قابل عمل ہوں تاکہ اس سے استفادہ حاصل کرتے ہوئے معاشرے میں مثبت تبدل پیدا کیا جاسکے۔ اسلام اور دیگر مذاہب کے تصور امن پر تحقیقی عمل مکمل ہونے کے بعد جو سفارشات راقمہ کے ذہن میں ابھری ہیں کچھ یوں ہیں:

1۔ سب سے اولین نکتہ کسی بھی معاشرے، قوم اور مذہب کے درمیان امن کا رشتہ قائم کرنے کے لیے احترام ہی سب سے اہم کلید ہے۔ اس میں شامل تمام فریقوں کو ایک دوسرے کے عقائد، اقدار اور ثقافتوں کا احترام کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ اس سلسلے میں علماء و اساتذہ اپنا بہترین کردار ادا کریں۔

2۔ مکالمہ کسی بھی امن عمل کا ایک لازمی حصہ ہے۔ تمام فریقین کو اپنے اپنے موقف پر تبادلہ خیال کرنے اور باہمی طور پر فائدہ مند حل کی طرف کام کرنے کے لیے دستیاب رہنا چاہیے۔ اور یہ عادت بچپن سے ہی اگر تدریسی اداروں اور گھروں میں سکھائی جائے تو شاید اگلی نسلیں اپنے تمام مسائل اسی طرح حل کر لیں۔

3- کسی بھی معاشرے، قوم اور مذہب کے درمیان امن کا رشتہ قائم کرنے کے لیے سمجھوتہ اور تعاون بہت ضروری ہے۔ تمام جماعتوں کو ایک درمیانی بنیاد تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جس پر سب متفق ہو سکیں مشترکہ اہداف

کی نشاندہی کرنے اور ان کے حصول کے لیے حکمت عملی بنانے کے لیے مل کر کام کرنا چاہیے اس کے لیے بین مللی تعلقات و تنظیمیں بنانی چاہیے جو عملی اقدامات کریں۔

4-امن کا رشتہ قائم کرنے کا ایک اہم حصہ رواداری بھی ہے جس کے ذریعے ایک دوسرے کے اختلافات کو قبول کرنے اور ان کی تعریف کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اپنے اندر برداشت پیدا کرنا اس کا لازمی جز ہے۔رواداری کے زیادہ سے زیادہ فروغ کے لیے ناصرف تعلیمی اداروں میں بلکہ قصبوں اور شہروں میں بھی مختلف تربیتی پروگرام منعقد کیے جائیں۔

5-چوں کہ امن کسی ایک مذہب کی تعلیمات نہیں ہیں اس لیے تمام مذاہب و اقوام امن کے فروغ کے لیے زیادہ سے زیادہ کاوشیں کریں اپنے اپنے مذہبی مراکز سے امن کے فروغ کے لیے درسی، تربیتی اور اخلاقی مجالس کا اجراء کریں۔